امام محمد بن حسن الشیبانیؒ

جناب عبدالرشید عراقی صاحب

(۲)

اخلاق و عادات انسان کے شرف کا اصلی معیار اخلاق و کردار ہے۔ امام محمد بن حسن اپنے اخلاق و عادات کے اعتبار سے اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے۔ نہایت صالح، خلیق، مہذب اور ملنسار تھے۔ اُن کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ تمام عمر اُن کی زبان سے کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچی۔ حلم و بردباری کا مجسم پیکر تھے، امام محمد بن ادریس شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ:

"میں نے امام محمد بن حسن جیسا حلیم آدمی نہیں دیکھا۔ وہ اپنے مزاج کے خلاف بات سن کر بھی برداشت کر جاتے تھے۔"[1]

امام محمد بہت فیاض بھی تھے۔ اپنے تلامذہ پر بہت رقم خرچ کرتے تھے۔ بذلہ سنجی میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ ان کی بذلہ سنجی کا ایک واقعہ ارباب سیر نے یہ بیان کیا ہے کہ ایک مسجد گر گئی۔ لوگوں نے اس سلسلہ میں امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) سے فتویٰ پوچھا۔ انہوں نے فرمایا۔ وہ مسجد کے حکم میں ہے۔ ایک روز امام محمد بن حسن اُدھر سے گزرے۔ مسجد پر نظر پڑی جو ملبے کا ڈھیر تھی۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ یہ ابو یوسفؒ کی مسجد ہے[2]۔

---

[1] تہذیب الاسماء واللغات نووی   [2] تبع تابعین جلد ۱ ص ۱۳۰

امام محمد زہد و عبادت میں بھی بہت ممتاز تھے۔ دن کو درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہتا۔ اور رات کو عبادت میں مصروف رہتے۔ آخرت کے خوف سے لرزاں رہتے تھے [۱]

علم وفضل امام محمد بن حسن کے صحیفۂ زندگی میں تمام انسانی اوصاف بدرجۂ اتم موجود تھے۔ لیکن علم وفضل کے نقوش ان میں بہت نمایاں تھے۔ امام محمد بن ادریس شافعی (م ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ:

> اگر مجھے امام محمد بن حسن کی صحبت نصیب نہ ہوتی تو مجھ پر علم کا دروازہ نہ کھلتا۔ وہ کسی مسئلہ پر تقریر کرتے تو ان کی فصاحت لسانی کی وجہ سے معلوم ہوتا تھا کہ قرآن مجید اُن کی زبان میں نازل ہوا ہے [۲]

امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے یہ دقیق مسائل کہاں سے حاصل کئے ہیں۔ فرمایا کہ امام محمد بن حسن کی کتابوں سے [۳]

> علمِ دین میں اخلاص اور اس کی ذمہ داری کا احساس اہل علم وفضل کی رُوح ہے۔

امام محمد بن حسن کے صحیفۂ زندگی میں یہ وصف بہت نمایاں تھا۔ دن کا زیادہ حصہ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں بسر ہوتا۔ رات کو عبادت میں مصروف رہتے اور بہت کم سوتے۔ لوگوں نے کم خوابی کی وجہ دریافت کی تو فرمایا:

> "میں کیسے سو سکتا ہوں جب عام مسلمان ہم پر اعتماد اور یہ خیال کرکے سو رہے ہیں کہ جب ہمارے سامنے کوئی معاملہ یا نیا مسئلہ پیش آئے گا تو وہ اس کو (امام محمد) کے پاس لے جائیں گے تو وہ اسے واضح

---

۱ الجواہر المضیئہ جلد ۲ ص ۵۲۴۔
۲ ؍ ؍ ؍ ص ۵۲۹۔
۳ تاریخ بغداد جلد ۲ ص ۱۷۵۔

کر دیں گے۔ تو اگر میں سو جاؤں تو اس سے دین کا نقصان ہو گا۔"[1]

قرآن مجید کی تلاوت اور اس میں تدبر و تفکر اور استخراج مسائل

قرآن مجید کے حافظ تھے۔ قرآن مجید کو تین دنوں میں ختم کرتے تھے۔ قرآن مجید میں تدبر و تفکر اور اس سے استخراج مسائل ان کی خصوصیت تھی۔ فرمایا کرتے تھے۔

استخرجت من كتاب الله نيفا و الف مسئلة[2]

"میں نے قرآن مجید سے ایک ہزار سے کچھ زیادہ مسئلے مستنبط کیے۔"

حدیث

امام محمد بن حسن نے اس وقت کے تمام ائمہ حدیث سے سماع اور استفادہ کیا تھا۔ خصوصیت سے امام مالک بن انس (م ۱۷۹ھ) کے روایات کے بہترین حافظ تھے۔ اور ان کی روایات کے لیے انہوں نے ایک خاص دن مقرر کیا ہوا تھا۔ امام اسد بن فرات (۲۱۳ھ) کا ایک قول علامہ عبدالحی بن العماد الحنبلی (م ۱۰۸۹ھ) نے شذرات الذہب میں نقل کیا ہے کہ:

"امام مالکؒ کی وفات کے بعد جس دن امام محمد ان کی مرویات کا درس دیتے تھے۔ اس دن اس قدر ہجوم ہوتا تھا کہ راستہ بند ہو جاتا تھا۔"[3]

حدیث و آثار میں ان کی وسعت معلومات کا صحیح اندازہ ان کی تصنیفات سے ہو سکتا ہے۔

قیاس کے مقابلہ میں حدیث کو ترجیح

امام محمد بن حسن قیاس کے مقابلہ میں حدیث کو ترجیح دیتے تھے۔ بلوغ الامانی میں ہے کہ امام محمد فرمایا کرتے تھے۔

لولا ما جاء من الآثار كان القياس ما قال

---

[1] تاریخ بغداد جلد ۲ ص ۱۷۵

[2] ایضاً " "

[3] شذرات الذہب جلد ۲ ص ۱۷۵

اھل المدینہ ولا کن لہ قیاس مع اثر ولا ینبغی الا ان ینقاد الا ثار [۱]

"اگر حدیث و آثار سے ثابت نہ ہوتا تو قیاس کا فیصلہ وہی ہوتا جو اہلِ مدینہ کہتے ہیں۔ لیکن حدیث و اثر کی موجودگی میں قیاس کوئی چیز نہیں ہے۔ ہم کو صرف آثار ہی کی پیروی کرنی چاہیے"۔

فقہ امام محمد کی شہرت اور ان کا اصلی شرف و امتیاز فقہ ہے۔ امام محمد عراق میں فقہ کے حامل و ناشر تھے۔ اور عراق میں تنہا اقلیم فقہ کے تاجدار تھے۔ امام شافعی (م ۲۰۴ھ) نے اُن سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ امام مالک (م ۱۷۹ھ) کے شاگرد امام اسد بن فرات (م ۲۱۳ھ) جن کا فقہ مالکی کی ترویج و اشاعت میں بہت بڑا حصہ ہے۔ ان سے فقہ کی تعلیم حاصل کی تھی۔

علامہ عبدالقادر بن احمد القرشی (م ۷۷۵ھ) نے الجواہر المضیئہ میں لکھتے ہیں کہ امام محمد بن ادریس شافعی (م ۲۰۴ھ) فرمایا کرتے تھے کہ

"میں نے امام محمد بن حسن جیسا فقیہہ نہیں دیکھا۔ میں فقہ میں اُن کا سب سے زیادہ ممنون ہوں [۲]

علامہ کوثری نے بلوغ الامانی میں امام شافعی کا ایک اور قول نقل کیا ہے کہ "میں نے فقہاء میں امام محمد جیسا فقہ میں بصیرت رکھنے والا کسی کو نہیں پایا۔ جن مسائل کے اسباب عِلل و تلاش سے اکابر عاجز رہ جاتے تھے۔ وہ ان مسائل کو آسانی سے حل کر دیتے تھے [۳]

تفریع مسائل تفریع کا مطلب یہ ہے کہ مستنبط مسائل کی علت منتزکہ تلاش کر کے

---

[۱] بلوغ الاماتی ص ۲۴

[۲] الجواہر المضیئہ جلد ۲ ص ۲۷

[۳] بلوغ الاماتی ص ۵۵

اُس کی روشنی میں دوسرے مسائل پیدا کیے جائیں۔ امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) نے جس فقہ کی تخم ریزی کی تھی۔ اس کی آبیاری اور نشوونما میں تین ائمہ کرام، امام ابویوسفؒ (م ۱۸۲ھ)، امام محمد بن حسن (م ۱۸۹ھ) اور امام زفرؒ (م ۱۵۸ھ) نے خاص طور پر حصہ لیا۔ لیکن ان میں سے ہر ایک کی خصوصیت جدا تھی۔ امام ابوبکر خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) نے تاریخ بغداد میں امام مزنی (م ۲۶۴ھ) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

ابوحنیفہ سیدھم و ابویوسف اتبعھم للحدیث
و محمد بن حسن اکثرھم تفریعا و زفر احدھم قیاساً[1]

امام ابوحنیفہ اہل عراق کے سردار ہیں۔ امام ابویوسف ان میں سب سے زیادہ حدیث ہیں۔ اور امام محمد نے ان سب سے زیادہ مسائل کی تفریع کی ہے۔ امام زفر سب سے زیادہ قیاس تھے۔

تفریع مسائل ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ اس کے لیے دینی علوم میں تبحر، ادب و لغت سے واقفیت اور غیر معمولی ذہانت کی ضرورت ہے۔ امام محمد بن حسن میں یہ تمام خصوصیتیں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

تصنیفات | امام محمد بن حسن صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ تاہم ان کی جو تصانیف مشہور و معروف ہیں، اُن کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

موطائے امام مالکؒ | دوسری صدی ہجری کے جتنے مجموعے تیار ہوئے، ان میں ترتیب و تدوین کے لحاظ سے مؤطا امام مالکؒ سب سے زیادہ جامع اور اہم ہے اور قرآن مجید کے بعد باقاعدہ فقہی ترتیب سے مبوب و مرتب ہو کر منصۂ شہود پر آئی اور وثوق و اعتبار سے تمام کتابوں پر فوقیت رکھتی ہے۔ محی السنۃ مولانا سید نواب صدیق حسن خاں (م ۱۳۰۷ھ) نے امام ابوزرعہ کا یہ قول نقل

---

[1] تاریخ بغداد جلد ۲ ص ۱۷۶۔

کیا ہے:

وایں وثوق و اعتماد بر کتب دیگر نیست [1]

"یہ مجموعہ (موطا امام مالک) وثوق و اعتماد میں تمام کتابوں میں فوقیت رکھتا ہے۔"

یہی وجہ تھی کہ تمام عالمِ اسلام تشنہ کامانِ حدیث امام مالک (م ۱۷۹ھ) کے خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اور موطا کا سماع کرتے تھے اور اکثر اہلِ علم امام مالکؒ سے جو سنتے تھے، احاطہ تحریر میں لاتے تھے ——— ظاہر ہے کہ ہر شخص کی تحریر و سماع میں کچھ نہ کچھ فرق ہوتا تھا۔ اس وجہ سے موطا امام مالک کے متعدد نسخے تیار ہو گئے۔ اور ہر صاحب نے اپنے حلقہ میں اپنے ہی نسخہ کو رواج دیا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے موطا امام مالک کے ۱۶ نسخوں کا ذکر کیا ہے [2] مگر سب سے مشہور و متداول نسخہ امام یحییٰ بن یحییٰ مصمودی اندلسی (م ۲۳۴ھ) کا ہے۔ اسی نسخہ کی شرح علامہ ابوالولید الباجی (م ۴۷۴ھ) علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی (م ۱۱۲۲ھ) اور امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) نے لکھی ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں بھی یہی نسخہ متداول ہے۔

موطا امام محمدؒ | موطا امام محمد بھی امام یحییٰ بن یحییٰ مصموری کے موطا کی طرح بہت سی خصوصیات کا حامل ہے۔ امام محمدؒ امام مالکؒ کی خدمت میں تین سال تک رہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ) نے التعلیق الممجد علیٰ موطا امام محمد کے مقدمہ میں تفصیل سے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً

"امام یحییٰ بن یحییٰ کے روایت کردہ موطا میں کثرت سے مسائل فقہیہ اور امام مالک کے اجتہادات مذکور ہیں۔ بہت سے تراجم الابواب ایسے ہیں جن کے تحت کوئی حدیث نہیں ہے۔ لیکن موطا امام محمد کی یہ خصوصیت

---

[1] اتحاف النبلاء ص ۱۲۵۔ [2] بستان المحدثین ص [illegible]۔

ہے کہ کوئی ترجمہ ایسا نہیں ہے جس کے تحت مرفوع یا موقوف روایت نہ ہو۔ اور ظاہر بات ہے کہ حدیث کی جس کتاب میں رائے واجتہاد کا شمول ہوگا۔ اس کے مقابلہ میں حدیث کی وہ کتاب جو نفسِ حدیث پر مشتمل ہوگی۔ اس کو ضرور افضلیت حاصل ہوگی"[1]

مؤطا امام محمد میں احادیثِ مرفوعہ اور موقوفاتِ صحابہؓ۔ مثلاً مرسل روایات کی مجموعی تعداد ۱۱۸۵ ہے، جس میں ۱۰۰۵ تو امام مالکؒ سے اور ۱۷۵ دوسرے طریق سے جن میں ۱۳ تو امام ابوحنیفہؒ سے اور ۴ امام ابویوسفؒ اور بقیہ دیگر حضرات سے مروی ہیں[2]

کتاب الآثار حدیث و آثار میں یہ امام محمد بن حسن کی دوسری تصنیف ہے۔ اس میں حدیث کی تعداد کم ہے۔ آثار صحابہ اور اقوال تابعین زیادہ ہیں۔ اس وجہ سے اس کا نام کتاب الآثار رکھا گیا ہے۔ اس میں احادیث، آثار صحابہ اور اقوالِ تابعین کی تعداد اس طرح ہے۔ احادیث ۶۶ اور آثارِ صحابہ و اقوالِ تابعین ۷۱۸، ان کے علاوہ امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) اور امام محمد (م ۱۸۹ھ) کے اقوال بھی شامل ہیں۔ یہ کتاب مطبوع ہے۔

مبسوط یہ کتاب اسم بامسمیٰ ہے۔ اور امام محمد کی سب سے زیادہ ضخیم کتاب ہے۔ اس میں دس ہزار سے زیادہ مسائل ہیں۔ مسائل کے بیان میں عموماً آثار و احادیث سے بھی مدد لی ہے۔ یہ کتاب شائع ہوچکی ہے۔

الجامع الکبیر فقہ میں یہ امام محمد کی دوسری تصنیف ہے۔ اس میں بہت سے اہم اور نادر مسائل پر گفتگو کی گئی ہے۔ اور یہ کتاب روایت اور درایت دونوں کا بہترین مجموعہ ہے۔ اسلام میں فنِ فقہ پر ایسی اچھی کتاب اس سے پہلے نہیں لکھی گئی۔

---

[1] مقدمہ التعلیق الممجد علی موطا امام محمد
[2] ایضاً ص ۳۹

الجامع الصغیر فقہ میں امام محمد کی یہ تیسری تصنیف ہے۔ اس کتاب میں ۱۵۳۲ مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ اس کتاب میں صرف دو مسئلوں کا حل قیاس سے کیا گیا ہے۔ بقیہ تمام کا ماخذ حدیث نبوی و آثار سلف ہیں مولانا عبدالحی لکھنوی (م ۱۳۰۷ھ) نے اس کا علمی و تحقیقی اور جامع حاشیہ لکھا ہے۔ اور اس کا ایک علمی مقدمہ "النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر" کے نام سے لکھا ہے۔

السیر الصغیر یہ امام محمد کی فقہ میں چوتھی کتاب ہے۔ اس میں امام ابوحنیفہ (م ۱۵۰ھ) نے اپنے شاگردوں کو سیر و مغازی پر جو املا کرایا تھا۔ امام محمد نے اس میں جمع کر دیا ہے۔ اس کا رد امام اوزاعی (م ۱۵۷ھ) نے لکھا۔ امام ابو یوسف (م ۱۸۲ھ) نے امام اوزاعی (م ۱۵۷ھ) کی کتاب کا جواب الرد علی السیر الاوزاعی کے نام لکھا۔

السیر الکبیر یہ امام محمد کی امام اوزاعی (م ۱۵۷ھ) کے کتاب کے جواب میں ہے۔ اور اس کے ساتھ اس میں جہاد و قتال، صلح و جنگ کے طریقے، اس کے مواقع، دوسری قوموں سے مسلمانوں کے تعلقات اور تجارت اور اسلام میں ان کے حقوق اور دوسرے معاملات پر بحث کی گئی ہے۔